Sher-e-Karachi

یومِ پاکستان اور جشنِ آزادی

صدرِ گرامی قدر! اور معزز حاضرین! میں اپنی تقریر کا آغاز مولانا ظفر اللہ خان عزیز کے دو شعروں سے کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: ؎

عشق و آزادی بہارِ زیست کا سامان ہے

عشق میری جان آزادی مرا ایمان ہے

عشق پر کر دوں فدا میں اپنی ساری زندگی

لیکن آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

معزز سامعین! آج ہم جشنِ آزادی منا رہے ہیں۔ آج ہمارے دل خوشیوں سے لبریز، ہمارے سینے مسرتوں سے معمور، ہماری آنکھیں نشے سے سرشار اور ہمارے بدن کا رواں رواں سرور و بہجت سے ہم کنار ہے۔ کیوں نہ ہو آزادی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور غلامی دنیا کی سب سے بڑی لعنت۔ آزادی کی زندگی کا سانس غلامی کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ غلامی لعنت کا ایک طوق ہے اور آزادی خدا کی رحمت کا ایک ہار۔ ہمارے پیر و مرشد حضرت علامہ اقبالؒ نے خوب کہا تھا ؎

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اِک جوئے کم آب

اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

بابائے پنجابی حضرت پیر وارث شاہ صاحب نے آزادی کی تعریف

Sher-e-Karachi

Sher-e-Karachi

کچھ ان الفاظ میں کی ہے ؎

خوشی اپنی اٹھنا میاں وارث
اسے اپنی نیند ہی سونا ہے

حضرات! غلامی حسن و زیبائی سے محرومی کا نام ہے، غلامی ذہنی صلاحیتوں کی زنگ آلودگی کو کہتے ہیں، غلامی ضمیر کی پژمردگی کو بولتے ہیں، غلامی اپنی خودی کا جھٹکا کرنے کا فعلِ قبیح ہے، غلامی اپنی انا کو فنا کے گھاٹ اتارنے کا نام ہے، غلامی انسانیت کی ذلت اور نامرادی کا اعلان ہے، غلامی روزِ روشن میں شبِ تاریک کا تسلط ہے، غلامی نوعِ انسانی کو ڈنگروں اور ڈھوروں کے گلے میں تبدیل کرنے کا عمل ہے۔ غلامی دوسروں کی خوشی کے لیے اپنی مسرتیں پامال کرنے کی رسمِ قدیم ہے۔ غلامی آقاؤں کی خوشنودی اور اپنی خودکشی کی مذموم حرکت ہے ؎

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

یقیناً آزادی بلبل میں شاہین کی ادائیں پیدا کرتی ہے۔ ممولوں کو شہبازوں سے لڑاتی ہے، گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز عطا کرتی ہے۔ انسانی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے، مرغِ پرِ نارستہ کو نیلگوں فضا میں اڑاتی اور شبِ تاریک کا سینہ چاک کر کے صبحِ نور کی تجلیات عالم میں بکھیرتی ہے، آزادی اپنے افکار اور نظریات کی اشاعت کا نام ہے اور غلامی اپنے افکار اور نظریات کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر زندہ درگور ہونے کا مجرمانہ فعل ہے، لہٰذا آزادی کی تعریف اور غلامی کی مذمت جتنی بھی کی جائے کم ہے، لیکن اے حاضرینِ والا تبار اور ناظرینِ ذی افتخار: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آزادی کی عروسِ دلربا ہمارے حبالۂ عقد میں کس طرح آئی؟ کن مشکلات کے پہاڑ عبور

Sher-e-Karachi

ہے۔ شہیدوں کی آرزوؤں کی صبحِ صادق طلوع ہو گئی، قائد اعظم کی تمناؤں کا مظہر ظہور پذیر ہوا جسے دیکھ کر روحِ اقبال پکار اٹھی ؂

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ ہماری تاریخ کا وہ شرمناک باب ہے جس کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہمارے سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ ہماری پیشانیاں عرقِ انفعال سے تر ہو جاتی ہیں۔ ہم نے وہ تمام وعدے یکسر فراموش کر دیے جو خدا کو حاضر و ناظر جان کر خلقِ خدا سے کیے تھے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ ماضی کے قبرستان میں دفن ہو گیا اور اس کی جگہ اقتدار کے بھوکے بھوت پاکستان کو خوانِ یغما سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ لوٹ کھسوٹ، الاٹمنٹ، اقربا پروری، خود نوازی اور خود گری کے وہ ہولناک مناظر دیکھنے میں آئے کہ شرافت نے اپنا سر پیٹ لیا۔

قرآن کے احکام ہماری خود غرضیوں کی نشاندہی کرتے رہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت دہائی دیتی رہی، لیکن ہم سے ایک ایک ذہنی۔ دینی اقدار ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو گئیں اور ہم پیٹ کے پجاری اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کی تجارت کرنے میں منہمک ہو گئے۔

کیا یہی مسلمانی ہے؟ کیا اسی کا نام اسلام ہے؟ کیا شرافت اور نجابت کے یہی جوہر ہیں؟ کیا ایمان اسی کو کہتے ہیں؟ کیا زندہ قوموں کے یہی چلن ہیں؟ ہماری حالت کا نقشہ معروف شاعر حضرت نعیم صدیقی نے کچھ اس طرح کھینچا ہے ؂

جغرافیہ زمیں کا بلا شک بدل گیا
تہذیب کے نظام کی صورت وہی رہی